سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۷

دلائل نبوت

(از:- افادات حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک اُمی شخص جس نے نہ کہیں تعلیم حاصل کی، نہ کتابوں کا مطالعہ کیا، نہ اہل علم اور اصحاب فضل وکمال کی صحبت کا فیض حاصل کرنے کے لئے کسی مقام کا سفر کیا، بچپن سے لے کر یوم ظہور نبوت تک ایک یتیم ومسکین کی حیثیت سے عرب کے بت پرستوں، جاہلوں، خالموں، میخواروں، فتنہ پردازوں، خونخواروں، بدقماشوں، توہم پرستوں، بے حیاؤں اور غیر مہذب وحشیوں کے کامدے سے کاندھا ملاتے ہوئے اپنی زندگی کی ایک ایک صبح وشام گذاری لیکن حیرت ہے کہ اس نے اپنے اس ماحول سے کچھ نہیں لیا جو انسان کے ڈھلنے کا سب سے پہلا سانچہ ہے۔ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جس کا جواب دیئے بغیر عقل انسانی کا قافلہ آگے نہیں بڑھ سکتا کہ انسان کو جو کچھ بھی ملتا ہے یا تو اپنے ماحول سے ملتا ہے یا پھر کتابوں کے مطالعہ سے، لیکن نہ اس نے اپنے ماحول سے کچھ لیا نہ کتابوں سے اس کا کوئی سابقہ پڑا تو بتایا جائے کہ جو کچھ اس کے پاس تھا وہ آخر کہاں کا تھا ــــــ؟

اپنے ماحول کا ہوتا تو اس سے ہم آہنگ ہوتا۔ کتابوں کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس کے لئے نوشت وخواند کی قید ضروری ہے۔

اس سوال کے جواب سے عہدہ برا ہونے کے لئے سوا اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ اس کے پاس جو کچھ بھی تھا یہاں کا نہیں تھا، عالم غیب کا تھا۔ اس کے علم واحساس اور سیرت وتہذیب کا سرچشمہ فیضان الٰہی تھا۔

ایک نہایت ہی غلیظ ماحول میں سیرت وکردار کے تقدس کی انفرادیت ہی بجائے خود ایک حیرت خیز امر ہے چہ جائیکہ جملہ شعبہ ہائے زندگی میں ہدایت واصلاح کا ایک چلتا مجموعہ قوانین بھی ساتھ ہے۔ اسرار کائنات کے دریا بھی بہہ رہے ہیں۔ زمانہ تاریخ کے ماقبل کے حقائق کے چہرے سے حجابات بھی اٹھائے جا رہے ہیں۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آرہی ہے کہ اس کے میکدے کا ایک ساغر ظاہر وباطن کے ہمہ گیر انقلاب کے لئے

کافی ہے۔ یہ ساری چیزیں اس امر کا یقین دلانے کے لیے بہت کافی ہیں کہ وہ خدا کا فرستادہ ہے اور اسی کی تائید وحمایت کے بل پر اس کی زندگی کی یہ ساری انفرادیت قائم ہے ـــــ

لیکن ہم یہ دیکھ کر اور بھی حیران رہ جاتے ہیں کہ جہاں فہم و ادراک کی معنوی دنیا میں اس کی برتری کا سکہ چل رہا ہے وہاں وہ عالم محسوسات میں بھی فرماں روائی کے منصب پر ہے ـــ جہاں سے چاہتاہے اور جس وقت چاہتاہے کائنات کے نظام طبعی میں تصرف کرتا رہتاہے۔ انہی تصرفات کو ہم معجزات کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں، دلائل نبوت کے ضمن میں ان معجزات کی ایک اجمالی فہرست ذیل میں ملاحظہ فرمایئے: ـــــ

۱ ـــ صنادید قریش کی درخواست پر چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اب تاریخ عالم کا ایک مشہور واقعہ بن چکاہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح نگار بھی جانتے ہیں اور وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے ـــــ

۲ ـــ چند کھجوروں، چند روٹیوں اور چند قطرہ ہائے آب کی قلت کو اتنی عظیم الشان کثرت میں تبدیل کر دینا کہ ایک بہت بڑے لشکر، ایک بے پناہ جم غفیر اور ایک عظیم مجمع کے لئے کافی ہو جائے یہ منصب نبوت ہی کا کرشمہ ہے ـ

حضرت جابر اور حضرت ابوطلحہ کے گھروں پر خندق کے دن اور غزوہ تبوک اور حدیبیہ کے سفر میں اس طرح کے واقعات پیش آئے۔

۳ ـــ جنگ بدر میں ایک مُشت غبار کا طوفان بن جانا اور لشکر اعداء کو اُڑا لے جانا یہ بھی نبوت ہی کا ایک تصرف ہے۔

۴ ـــ سوکھے ہوئے کھجوروں کے جس تنے سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگاکر جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے اور اس کا صدمۂ فراق سے پھوٹ پھوٹ کر رونا اور حضور انور کا اُسے سینے سے لگاکر اسے تسکین دینا نباتات کے قالب میں ایک عاشق پرسوز کا دل منتقل کر دینا بھی نبوت کا ہی منصب ہے۔

۵ ـــ غیب کی وہ خبریں دینا جن کی دریافت سے عقل انسانی عاجز ہے، یہ بھی منصب نبوت ہی کا ایک خاصہ ہے۔

چنانچہ ذیل میں اس کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں :۔۔۔۔۔

(الف)۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ باغیوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کریں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

(ب)۔۔۔ جنگ بدر کے دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے سرداران قریش کے متعلق نام لے لے کر بتایا کہ فلاں یہاں قتل کیا جائے گا۔ فلاں کی لاش یہاں گرے گی، فلاں کا مقتل یہ ہے۔ حضور نے الگ الگ زمین پر خط بھی کھینچ دیا، چنانچہ جب جنگ ختم ہوئی تو لوگوں نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ جس کے متعلق جہاں قتل ہونے کی نشاندہی سرکار نے کی تھی وہ وہیں پر مقتول حالت میں پڑا ہے۔

(ج)۔۔۔ سرکار نے اپنے وصال شریف کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خبر دی تھی کہ میرے اہل وعیال میں تم سب سے پہلے میرے پاس آؤ گی۔ چنانچہ حضور کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت سیدہ کا وصال ہوا۔

(د)۔۔۔ ایک دن حضور کی ازواج طیبات نے حضور سے دریافت کیا۔ کہ آپ کے وصال شریف کے بعد ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گا۔ حضور نے جواب مرحمت فرمایا کہ تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے وہی میرے پاس آنے والوں میں سبقت کرے گی۔۔۔ ہاتھ کی لمبائی سے سرکار کی مراد سخاوت وفیاضی تھی۔ چنانچہ حضرت زینب بنت جحش جو ساری ازواج طیبات میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھیں۔ حضور کے وصال شریف کے بعد ازواج میں سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا۔

(نوٹ)۔۔۔ اس واقعہ میں خاص طور پر یہ بات سمجھنے کی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طیبات کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اس بات کا علم ہے کہ کون کب انتقال کرے گا، اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز اپنے متعلق اس طرح کا سوال نہ کرتیں دوسری چیز یہ ہے کہ حضور نے بھی جواب مرحمت فرما کر ان کے اس عقیدے کی

تزئین فرما دی، ورنہ اس طرح کا عقیدہ اگر خلاف حق اور شرک ہوتا تو حضور اپنی ازواج طاہرات کو ضرور متنبہ فرماتے کہ کب کس کی وفات ہوگی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا ہے، میرے متعلق اس طرح کا عقیدہ نہ رکھو۔

(ہ) — ہجرت کے موقع پر حضرت سراقہ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ وہ سرخ اونٹ کے لالچ میں حضور کو گرفتار کرنے کے لئے ان کے تعاقب میں نکلے کئی بار ایسا موقعہ آیا کہ وہ حضور کے قریب پہونچ گئے اور کمند ڈالنا ہی چاہتے تھے کہ حضور نے اشارہ کیا اور وہ زمین میں دھنس گئے۔ حضور نے فرمایا کہ سراقہ! میں تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کا کنگن دیکھ رہا ہوں. یعنی تمہارے حق میں اسلام و ایمان کی دولت مقدر ہو چکی ہے تم تقدیر الٰہی سے جنگ نہ کرو — چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلافت فاروقی میں جب ایران فتح ہوا تو مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن بھی آئے تھے۔ اور وہ حضرت سراقہ کو پہنائے گئے — حضرت سراقہ کو حضور کے اس فرمان کا اتنا یقین تھا کہ ایک بار وہ سخت بیمار ہو گئے. حالت نہایت سنگین ہو گئی. لیکن — لوگوں سے وہ کہتے تھے کہ مجھے اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کسریٰ کا کنگن میری کلائی میں نہ پڑ جائے۔

(و) جنگ خیبر کے موقع پر صحابہ کرام نے حضور کے سامنے ایک سپاہی کا تذکرہ کیا جس نے اس دن نہایت بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تھا. حضور نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ صحابہ کرام کو سخت حیرت ہوئی. لیکن چونکہ حضور کا یہ فرمان تھا اس لئے انھیں یقین تھا کہ سرکار نے سچ فرمایا ہے. چنانچہ وہ اس سپاہی کے پیچھے لگ گئے. اسے میدان جنگ میں کئی جگہ نہایت کاری زخم آئے تھے جس کی ٹیس سے وہ بے چین تھا. جب اس سے نہیں رہا گیا تو شدت کرب میں جنگل کی طرف بھاگا اور وہاں پہونچکر خودکشی کر لی — یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام نے حضور کی صداقت کا نعرہ بلند کیا۔

(نوٹ) — یہاں تک سرکار کی غیب دانی سے متعلق چند واقعات کی طرف تھا اب حضور کے عام معجزات کے بیان کی طرف پھر پلٹتا ہوں ——

۶ — ہجرت کی شب میں قبائل کفر کے سارے نمائندے حضور کے کاشانۂ اقدس کا محاصرہ کئے کھڑے تھے۔ سب کے ہاتھوں میں زہر کی بجھی ہوئی ننگی تلواریں تھیں، لیکن پچھلے پہر سرکار ان کی پلکوں کے نیچے سے نکل گئے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ آنکھوں کی بصارت پر اس طرح پردہ ڈال دینا کہ سینکڑوں آدمی کھلی آنکھوں سے دیکھیں اور کوئی نہ دیکھ سکے، یہ عالم محسوسات کا نہایت حیرت انگیز تصرف ہے۔

۷ — متعدد روایتوں سے اس طرح کے واقعات منقول ہیں کہ میدان جنگ میں بعض صحابہ کو ایسا زخم پہونچا کہ آنکھیں باہر نکل آئیں۔ وہ اپنی آنکھ کا ڈھیلا ہاتھ میں لئے ہوئے سرکار کے پاس فوراً دوڑتے ہوئے آئے۔ حضور نے وہ ڈھیلا اٹھا کر پھر آنکھ کے حلقے میں اپنی جگہ پر رکھا اور اپنا ہاتھ اس پر پھیر دیا۔ دست انور کے مس ہوتے ہی آنکھ اپنی اصلی حالت پر آگئی۔

آنکھ سے باہر آجانے والے ڈھیلے کو آن واحد میں پھر آنکھ کے اندر واپس کر دینا اور اسے پہلی طرح صحیح وسالم بنا دینا یہ عالم محسوسات کا کھلا ہوا تصرف ہے۔

۸ — عرب میں حکم ابن عاص نامی ایک نہایت گستاخ شخص تھا۔ ایک دن وہ حضور کے خرام ناز کا مذاق اڑانے کے لئے عجیب طرح سے لنگڑا لنگڑا کر چلنے لگا، وہ اپنی چال بگاڑ کر اپنے تئیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل اتار رہا ہے۔ اسی جگہ فوراً قہر الٰہی کی بجلی گری۔ چنانچہ جس انداز میں ہو ٹیڑھے ہو کر چل رہا تھا اس حالت سے وہ باہر نہیں نکل سکا۔ عمر بھر اسی طرح ٹیڑھے ہو کر چلتا رہا۔ لوگ اسے دیکھتے تھے تو خدا کی پناہ مانگتے تھے۔

روئے زمین پر وہ قہر خداوندی کے عتاب کا ایک چلتا پھرتا نشان تھا۔

۹ — مدینے میں ابن البرصا نامی ایک شاعر تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ام شبیب تھا۔ سرکار نے اس کے لئے اس کے باپ کے پاس نکاح کا ایک پیغام بھیجا۔ پیغام سن کر اس کا باپ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہانہ کرتے ہوئے کہا کہ میری بیٹی برص کی بیماری میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس لئے جب تک وہ اچھی نہ ہو جائے ہم اس کے

لے کوئی پیغام قبول کرنے کے قابل نہیں ہیں ۔۔۔۔۔

نبی کی جناب میں اس غلط بیانی پر ذرا قہر الٰہی کی مار دیکھئے کہ جونہی وہ پلٹ کر اپنے گھر واپس لوٹا بیٹی سامنے آکر کھڑی ہوگئی ، اب جو نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو سر سے کر پاؤں تک سارا بدن برص کے داغ سے سفید ہو گیا ہے ۔۔۔ ساری زندگی وہ اسی حالت میں سڑتی رہی مارے بدبو کے اس کے قریب کوئی بھی نہیں جاتا تھا ۔۔۔۔۔

ذرا سی بے ادبی پر عبرتناک سزائیں کیا اس یقین کے لئے کافی نہیں ہیں کہ نبی کی شخصیت کا اعزاز عام انسانوں کی سطح سے بہت اونچا ہے اور اس طرح کی برتری منصب نبوت ہی کو زیب دیتی ہے ۔۔۔

۱۰ ۔۔۔ احادیث میں اس طرح کے واقعات کی متعدد روائتیں ہیں کہ حضور نے کھانا ہاتھ میں لیا اور تسبیح کی آواز کان میں آنے لگی ، پھر برتن میں رکھ دیا آواز بند ہوگئی ۔

راستوں سے گذرتے ہوئے یمین و یسار سے صلوٰۃ و سلام کی آواز آرہی ہے پلٹ کر دیکھا تو سنگریزے سلام عرض کر رہے ہیں ۔

ایک یہودیہ عورت کے متعلق یہ روایت عام ہے کہ اس نے ازراہ عداوت بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا تھا تاکہ حضور کو گزند پہنچے لیکن کف دست کی ہڈی نے حضور کو یہ خبر دی کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے

حضور نے ایک دن حضرت مولا علی ، سیدۃ فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنی کملی میں چھپا کر دعا فرمائی ۔ دعا کے اختتام پر دروازوں کے پٹ اور دیواروں نے باآواز بلند آمین کہا ۔

۱۱ ۔۔۔ عالم محسوسات کے یہ کھلے ہوئے تصرفات منصب نبوت کی بہترین نشانیاں ہیں لیکن حضور کی پیغمبرانہ عظمت کی سب سے عظیم و جلیل نشانی " کتاب الٰہی " ہے ۔ سرکار کا یہی وہ تنہا معجزہ ہے جو آج تک اپنی اصل حالت میں انسانوں کے درمیان موجود ہے ۔

قرآن کا سب سے روشن کمال یہ ہے کہ ہر دور میں ہر جگہ اسے دانشوروں نے اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا اور ظروف و احوال اور مزاج و طبائع کے گوناگوں اختلافات کے

باوجود قرآن نے یکساں طور پر سب کو زندگی کی مسرتوں سے ہمکنار کیا ـــــ

۱۲ ـــ قرآن کی سچائی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ سارے فصحائے عرب کو اس نے چیلنج کیا کہ قرآن اگر خدا کی کتاب نہیں ہے، انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہے تو تم بھی انسان ہو۔ اور یہ فطرت انسانی ہے کہ انسان انسانی بناوٹوں کی نقل اتار سکتا ہے۔ لہذا تم بھی اس کے مثل ایک مختصر سے مختصر آیت بنا کر لاؤ ـــــ

آج چودہ سو برس کا عرصہ گذر گیا لیکن دنیائے کفر کے کسی سخنور کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ قرآن کے اس چیلنج کا جواب دینے کے لئے کھڑا ہوتا۔

اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ قرآن کو شکست دینے کے لئے جنگ کرتے ہیں، لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، خود بھی قتل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی شہید کرتے ہیں خود قید ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی قید کرتے ہیں ـــ لیکن اتنا چھوٹا اور آسان کام ان سے نہیں ہوسکتا کہ عرب کے سارے فصحا ملکر قرآن کی طرح ایک آیت بنالائیں

اتنی واضح صداقتوں کے بعد بھی اگر کوئی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر نہیں مانتا تو وہ کھلی ہوئی آنکھوں کے ساتھ دوپہر کے سورج کا منکر ہے۔

(احیاء العلوم کتاب العقائد) ○

★ تفسیر صاوی ـــ تصنیف، حضرت الشیخ العارف امام احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ

حکمت صلوٰۃ سلام

آیت کریمہ ـــ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں ـــــ اس آیت کریمہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے بندوں پر یہ بھید ظاہر کر دیا گیا ہے کہ خدائے ذوالجلال

اور اس کے تمام فرشتے مدنی محبوب پر درود بھیجتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی مدنی محبوب پر درود و سلام بھیجو۔

حدیث میں ہے کہ یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے حضور سے دریافت کیا کہ جہاں تک سلام کا تعلق ہے اس کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں البتہ درود ہمارے لئے نئی چیز ہے اس لئے ہمیں نہیں معلوم کہ درود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے۔

سرکار نے انہیں درود کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یوں کہو :۔۔۔۔۔

اللھم صل علی سیدنا محمد۔	اے اللہ! ہمارے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نازل فرما۔

آیت کا ترجمہ اور اس کے ضروری متعلقات کو سمجھ لینے کے بعد اب ذیل کی بحث کو ملاحظہ فرمایئے :۔۔۔۔۔

پہلی بحث

خداوند قدوس نے بندوں کو حکم دیا ۔۔۔۔ نبی پر درود بھیجو ۔۔۔۔

بندوں نے اس حکم کی تعمیل یوں کی ۔۔۔ اے خدا! تو نبی پر درود بھیج۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تعمیل ہوئی یا بات الٹ دی گئی۔

پھر اسی آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خدا اپنے نبی پر درود بھیجتا ہے ۔۔۔ اب یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ جب خداوند اپنے نبی پر درود بھیجتا ہی ہے تو بندوں سے یہ کہلوانا کہ اے خدا! تو اپنے نبی پر درود بھیج۔ کیا دوسرے لفظوں میں تحصیل حاصل نہیں ہے ۔۔۔؟ کیونکہ بندے نہ بھی درود بھیجنے کی التجا کریں جب بھی وہ درود بھیجتا ہے بھیجتا رہے گا پھر آخر اس کہنے کا مدعا کیا نکلا ۔۔۔؟

پہلے سوال کا جواب

یہ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ لفظ درود کا مفہوم سامنے نہیں ہے۔ ورنہ یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا کہ بات الٹی نہیں گئی ہے نہایت واضح لفظوں میں اپنے عجز و درماندگی کا اعتراف کیا گیا ہے۔

• درود سے یہاں جو معنی مراد لئے گئے ہیں وہ ہے رفعت شان کا اہتمام

دوسرے لفظوں میں اب حکم الٰہی کی تعبیر یہ ہوئی۔

اے میرے بندو! نبی کی رفعت شان کا اہتمام کرو!

اب ذرا خالی الذہن ہوکر سوچو کہ خاکدان گیتی کے یہ کثیف و آلودہ انسان اس ظلمت کدۂ خراب کی یہ تیرہ و تاریک مخلوق اور اس عالم زیریں کے یہ حیران و اجنبی مسافر جو خود اپنے وجود کے عرفان سے آشنا نہیں ہیں۔ ان سے کہا جارہا ہے کہ تم اس ہستی مقدس کی رفعت شان کا اہتمام کرو جو دونوں جہان کے لئے سرتاسر مشیت الٰہی کا ایک سربستہ راز ہے رفعت شان کا اہتمام تو بڑی بات ہے کہ اس شان ہی سے کوئی باخبر نہیں ہے۔ عالم تجلیات کے ایک پیکر اسرار سے خاک زادوں کا اپنے طور پر آخر رشتہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی شان سے واقف ہو سکیں گے۔ لہٰذا اب حکم کی تعمیل ہو تو کیونکر ہو۔

اس لئے ناچار پھر اُسی خداوند کے آگے قاصر و مجبور انسانوں کو ملتجی ہونا پڑا کہ خداوندا! تو ہی اپنے محبوب کی عظمت و شان سے خوب واقف ہے۔ پس تیرے تئیں جیسی رفعتیں ان کی شایان ہوں ان کا تو ہی اہتمام فرما ——

ہم گنواروں میں کہاں اتنی معرفت کہ تیرے محبوب کی بلندیوں کا اندازہ لگا سکیں۔ ہمیں تو ان کی چوکھٹ پر کھڑے ہونے کا بھی سلیقہ نہیں معلوم! ان کی رفعت شان کا اہتمام ہم سے کیا ہو سکے گا۔

سچ پوچھو تو عجز و درماندگی کے اسی اعتراف نے اب تعمیل حکم کی صورت اختیار کرلی ہے۔ ہمارے لئے اب یہی تعمیل حکم ہے کہ بار بار ہم اپنی عجز و درماندگی کا اعتراف کریں کہ وہ اپنے نبی کی رفعت شان کا اہتمام کرے۔

دوسرے سوال کا جواب

بندوں کا خدا سے یہ التجا کرنا کہ "تو نبی پر درود بھیج" تعمیل حاصل نہیں ہے۔

تم ذرا بھی غور و فکر سے کام لوگے تو تم پر یہ راز کھل جائے گا کہ "اے اللہ تو نبی پر درود بھیج" اس ایک فقرے میں عظمت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم و جلیل تفصیل چھپی ہوئی

ہے، یہ مختصر سا فقرہ تنہا نہیں ہے۔ اس کا رشتہ ایمان کے بہت سارے حقائق سے منسلک ہے۔

دراصل اس فقرے کے ذریعہ ایک بندہ اپنے دل کے اس اعتراف کا اظہار کرتا ہے کہ تیرے محبوب کی عظمتیں اتنی بے پایاں ہیں کہ نہ ہم ان کی سرحد ادراک کے قریب پہنچ سکتے ہیں، نہ ان کی تعبیر کے لئے ہمارے پاس الفاظ ہیں۔

عجز درماندگی کے اس اعتراف کے پیچھے رفعت شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لامحدود وسعتوں کا ایک عالم حیرت تصور میں ہے۔ اور اسی کی صدائے بازگشت ہے "یا اللہ تو اپنے نبی پر درود بھیج"

پھر اس نکتۂ لطیف سے صرف نظر بھی کر لیا جائے۔ جب بھی بندوں کی یہ التجا بیکار نہیں ہے۔ یہ طلب بالکل اسی طرح کی ہے۔ جیسے کوئی خدا سے رزق طلب کرتا ہے حالانکہ اپنے وعدے کے مطابق وہ بندوں کے رزق کا خود کفیل ہے، نہ بھی کوئی رزق کا طالب ہو جب بھی وہ اسے رزق عطا کرے گا۔ آخر وہ ان ملحدین کو رزق دیتا ہی ہے جو سرے سے رزاق ہی اسے تسلیم نہیں کرتے۔

پس یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس طرح کی التجاؤں میں ضرورت کی نسبت نیاز بندگی کا تقاضہ زیادہ کارفرما ہوتا ہے۔

یہ خدا کی اپنی شان کرم گستری ہے کہ وہ اپنے محبوب کی عزت و رفعت کا اہتمام فرماتا ہے اور فرمائے گا لیکن آخر محبوب کے غلاموں کا بھی تو کچھ فریضہ منصبی ہے انہیں بھی تو اپنے جذبۂ وفا کا اظہار کرنا ہے۔ پس اس التجائے شوق کا یہی مفاد کیا کم ہے کہ نیازمندگان بارگاہ اس کے ذریعہ اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کر لیتے ہیں۔

دوسری بحث

اس آیۂ مبارکہ سے متعلق دوسری بحث یہ ہے کہ خدا اور اس کے فرشتوں کی طرف تو صرف درود کا بھیجنا منسوب ہے لیکن اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ تم درود بھی بھیجو اور سلام بھی — آخر اس تفریق و امتیاز میں کون سی حکمت مضمر ہے۔

عرفائے تفسیر فرماتے ہیں کہ لفظ سلام کا مفہوم سلامتی کے ہم معنی ہیں اسی لئے جو

شخص کو سلامتی کا مستحق نہیں ہے اسے سلام کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور جسے سلام کا مستحق سمجھ کر سلام کر لیا جائے تو لازم ہے کہ اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچائی جائے۔

چونکہ خدائے عزوجل اور فرشتوں کے بارے میں نبی کو ایذا پہنچانے کا امکان ہی معدوم ہے۔ اس لئے درود ہی پر انحصار کیا گیا لیکن چونکہ بندوں سے اس کا امکان تھا اس لئے ان پر لازم کر دیا کہ درود کے ساتھ ساتھ نبی پر سلام بھی بھیجیں — یعنی نبی پر سلام بھیجکر دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار کریں کہ اور اس امر کا اپنے آپ کو پابند بنائیں کہ وہ زبان قلم، جوارح، ارادہ قلب، اشارہ، کنایہ، استلزام، کسی طرح بھی کبھی نبی علیہ السلام کو ایذا نہ پہنچائیں گے

○

★ **اَلمَوَاہِبُ اللّٰدُنّیہ** ---- تصنیف، حضرت شیخ الامام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

محبت رسول
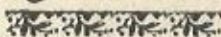
مدار ایمان ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے۔ اس مقام پر ایک سوال کیا جاسکتا ہے کہ محبت اختیاری چیز نہیں ہے بلکہ دل کی ایک اضطراری کیفیت کا نام ہے لہذا محبت رسول کے وجوب کا حکم قرآن کی اس آیت سے متصادم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی چیز کا مکلف نہیں کرتا جو اس کے حدود اختیار سے باہر ہو۔

جواب کے سلسلے میں اتنا عرض کرنا کافی ہوگا کہ محبت غیر اختیاری ہونے کے باوجود بالکل خودرو نہیں ہے بلکہ چند گنے بندھے اسباب و محرکات کے ساتھ منسلک ہے۔ محبت جب بھی کسی کے ساتھ واقع ہوتی ہے تو محبت کے مقررہ اسباب میں کوئی نہ کوئی سبب ضرور اس کے پیچھے ہوتا ہے۔

فطرت انسانی کے رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے محبت کے مندرجہ ذیل اسباب،

محرکات تلاش کیے گئے۔

پہلا سبب ــــ حسن وزیبائی ، دوسرا سبب ــــ رشتۂ قرابت
تیسرا سبب ــــ سخاوت وفیاضی ، چوتھا سبب ــــ مشکلکشائی
پانچواں سبب ــــ فضل وکمال ، چھٹا سبب ــــ محبت

فطرت انسانی موجودات میں سے کسی بھی موجود کے ساتھ جن اسباب ومحرکات کے زیر اثر محبت کرتی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فطرت انسانی کا یہ تقاضا بدل جائے۔

پس میں تمام اہل نظر کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ پوری دیانتداری کے ساتھ میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں محبت کے مذکورہ بالا اسباب ومحرکات کا ہجوم ملاحظہ فرمائیں ــــ اب میں الگ الگ سبب پر تھوڑی سی روشنی ڈالوں گا۔

حسن وزیبائی

اس پیکر جمیل کے حسن وزیبائی کا کیا کہنا! جس نے ایک نظر دیکھ لیا شیفتہ ہو گیا۔ حسن یوسف کی چہار دانگ عالم میں شہرت ہے لیکن وہ خود سرکار کے نمکدان حسن سے ملاحت کی بھیک مانگتا ہے۔ دیکھنے والے گواہ ہیں کہ سرکار سے بڑھ کر نہ کوئی حسین وجمیل اس وقت تھا، نہ پیدا ہوا، نہ پیدا ہوگا۔

چاندنی رات میں سرکار کے چہرہ جمال کا ایک عینی شاہد بیان کرتا ہے کہ حضور کی طلعت وزیبائی کے آگے چودھویں رات کا چاند بھی ماند تھا۔

رشتۂ قرابت

خون اور نسب کا رشتہ پھر بھی رگ جاں سے قریب نہیں ہے، لیکن میرے آقا کا قرب رگ جاں سے بھی زیادہ ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ نبی تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں پھر ایسے محسوس میں قرآن نے اپنے محبوب کے اس رشتہ قرب کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ سرکار کی پاک بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

بلکہ بعض عرفا نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ حضور سارے مسلمانوں کے معنوی اور روحانی باپ ہیں۔

جب حضور جان سے بھی زیادہ قریب ٹھہرے تو اب اس سے زیادہ قریب کون سا رشتہ متصور ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس رشتے کے سامنے سارے رشتے ٹوٹ گئے۔

سخاوت وفیاضی

یہ وصف جمیل بھی سرکار کے اندر علی وجہ الاتم موجود تھا، بلکہ تھا نہیں آج بھی ہے، سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں کہ — اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں — دنیا میں جتنے سخی اور فیاض ہیں انہیں بھی جو کچھ ملا ہے یا ملتا ہے یا ملے گا ذریعے کے طور پر سرکار ہی کا دست کریم درمیان میں ہے۔

حضور کی سخاوت وفیاضی کے محیر العقول واقعات آج بھی کتابوں میں موجود ہیں، خود فاقے سے رہے لیکن دوسروں کو آسودہ رکھا۔ ان کے دربار میں زبان کھولنے کی بھی ضرورت نہیں بے مانگے ملتا تھا۔ اور بلاشبہ آج بھی سرکار اپنے حریم اقدس سے سارے جہان کو سیراب فرمارہے ہیں۔

مشکلکشائی

اس وصف میں بھی حضور سارے جہان میں بے مثال و یکتا ہیں۔ دنیا میں آپ کے چشم کرم سے مشکلات کی جو گرہیں کھلتی ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا ہے ہر شخص اپنے معاملات میں اپنے تئیں اسے جانتا ہے۔ اُس عالم کی بات کر رہا ہوں جہاں سوا میرے سرکار کے اور کسی کا عالم ہی نہیں ہے، وہاں قبر سے لے کر حشر تک حضور کی مشکلکشائی کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں۔ بات طویل ہو جائے گی ورنہ میں تفصیل سے بتاتا کہ قبر میں کس طرح سرکار اپنے حیران و متوحش غلاموں کی مشکلکشائی اور دستگیری فرماتے ہیں۔ اور کل عرصۂ محشر میں جبکہ نسل انسانی مایوسی کے اتھاہ سمندر میں غرق ہو رہی ہوگی اس عالم کرب میں سرکار کس طرح عقدہ کشائی فرمائیں گے۔

فضل وکمال

انسانوں کا یہ وصف خدا ہی کا عطیہ ہے لیکن میرے سرکار کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ اللہ کا اُن پر فضل عظیم ہے، عام انسانوں کی بات چھوڑیے کہ خدائے کریم نے انہیں صف انبیاء و مرسلین میں بھی فضل وکمال کی شہنشاہی عطا فرمائی ہے بلکہ جس نے بھی فضل وکمال کی کوئی نعمت پائی ہے اسی سرکار کے دم قدم کی نسبت درمیان میں واسطہ ہے — پس جس کی غلامی میں فضل وکمال کی بادشاہتیں ملتی ہیں

خود اس کے فضل و کمال کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

محبت

سرکار کو اپنی امت سے کیسی محبت تھی اس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے حجرۂ عائشہ سے لے کر صحرائے مدینہ کی تنہائیاں ایک ایک ذرہ شاہد عدل ہے کہ حضور کے تئیں اپنی امت سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ سفر معراج سے لے کر عالم نزع تک، خوشی اور کرب کے کسی مرحلے میں بھی امت لمحہ کے لئے اوجھل نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:—

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى.

آپ کا رب آپ کو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

تو حضور نے فرمایا:—

اِذَنْ لَا اَرْضٰى وَ وَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِىْ فِى النَّار

میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

محبوب کے اس ناز کے پیچھے جھانک کر دیکھو تو رحمت و محبت کا ایک دریائے ناپید اکنار موجزن ہے۔

اب عقل و نقل اور عادت و فطرت کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر انصاف سے بتاؤ کہ محبت کے سارے اسباب و محرکات ایک ساتھ جس پیکر وجود میں مجتمع ہو گئے ہیں آدمی اس سے محبت نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس محبت کرنے کا معاملہ اس معنی کر ضرور بشر کے حدود و اختیار سے باہر ہے کہ ان اسباب و محرکات کی موجودگی میں کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے آپ کو اس پر شیفتہ و شیدا ہونے سے روک سکے —

فتبارك الله احسن الخالقين۔

○

ایک رقت انگیز حدیث

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن سرکار والا تبار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ناگہاں ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور حضور کے سر مبارک کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ حضور نے فرمایا اے اونٹ، ٹھہر! اگر تو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لئے ہے اور جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔

ویسے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا کرے وہ نامراد نہیں۔

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ اونٹ کیا کہتا ہے؟ فرمایا۔ اس کے مالکوں نے اسے حلال کر کے کھا لینا چاہا تھا یہ اُن کے پاس سے بھاگ کر تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا ہے۔

واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کا مالک دوڑتا ہوا آیا۔ اونٹ نے جب اپنے مالک کو دیکھا تو اس طرح حضور کے قریب سمٹ آیا جیسے کوئی کسی کے دامن کی پناہ لیتا ہے۔ اس کے مالک نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ ہمارا اونٹ ہے تین دن سے بھاگا ہوا تھا آج حضور کے پاس یہ ملا ہے ـــــ سرکار نے فرمایا سنتے ہو! اس نے ہمارے حضور نالش کی ہے اور بہت ہی بری نالش ہے ـــــ اس نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا: یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا، موسم گرما میں اس کی پیٹھ پر اسباب لاد کر تم اسے سبزہ زاروں میں لے جاتے اور موسم سرما میں گرم مقامات کی طرح کوچ کرتے۔

جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنالیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نطفے سے تمہارے بہت سے اونٹ کر دیئے۔ جو چراگاہوں میں چرتے پھرتے ہیں، اب جو یہ شاداب برس

آیا تم نے اسے ذبح کر کے کھا لینا چاہا؟ —— وہ بولے: یا رسول اللہ! یہ ٹھیک ہی کہتا ہے بالکل ایسا ہی واقعہ ہوا۔

پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ نیک سلوک کا بدلہ اس کے مالکوں کی طرف سے یہ نہیں ہے —— وہ بولے: تو یا رسول اللہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ اسے ذبح کریں گے نہ اسے بیچیں گے —— فرمایا: غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تو تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے اب میرے پاس یہ اپنی فریاد لایا ہے تو میں زیادہ مستحق ہوں کہ اس کی فریاد کو پہنچوں اور اس پر ترس کھاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو منافقین کے دل سے نکال لی ہے اور اہل ایمان کے قلوب میں اسے بھر دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ سو روپے میں مالک سے خرید لیا اور اس سے ارشاد فرمایا: اے اونٹ! چلا جا تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے۔ یہ سنکر وہ خوشی سے جھومنے لگا، اور حضور کے گوش مبارک کے قریب اپنا منہ لے جاکر تین بار ایک عجیب آواز نکالی۔ ہر بار حضور نے آمین کہی۔ چوتھی بار حضور آبدیدہ ہو گئے۔

صحابہ نے دریافت کیا حضور! اس نے اپنی زبان میں کیا کہا ہے؟ فرمایا پہلی بار اس نے یہ دعا کی کہ —
یا نبی اللہ! اسلام و قرآن کی طرف سے خدا آپ کو بہترین جزا عطا کرے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن آپ کی امت سے بھی اسی طرح خوف دور کر دے جس طرح آج آپ نے میرا خوف دور کیا ہے۔ میں نے کہا آمین۔

پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپکی امت کا خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے (یعنی وہ انہیں دنیا سے فنا نہ کر سکیں) جس طرح آپنے میرا خون محفوظ فرما دیا۔ میں نے کہا آمین۔

پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپکی امت کو باہمی خونریزی سے بچائے اس پر مجھے رونا آگیا کیونکہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب سے مانگ چکا ہوں۔ سب مرادیں قبول ہوئیں لیکن پچھلی مراد مانگنے سے مجھے روک دیا گیا اور حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا یہ پیغام مجھ تک پہنچایا کہ قلم چل چکا ہے کہ میری امت خود اپنی ہی تلوار سے فنا ہو گی۔

مؤلف

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی مدظلہ

باہتمام

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

ناشر

دار الکتب حنفیہ کراچی

بی-آر 2/9 حنفیہ چوک، کھارادر، کراچی ۲

پی-او بکس نمبر ۳۰۲۴۶ کراچی ۲